جلد۱۰شمارہ۱۸،۲۰۲۵

Article

Critical Perspective on Faiz's Biographies

فیض کی سوانح عمریوں کا تنقیدی تناظر

Dr. Sumaira Ijaz[1*]
Associate Professor, Department of Urdu, University of Sargodha
***Correspondence:** sumaira.ijaz@uos.edu.pk

ڈاکٹر سمیرا اعجاز
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سرگودھا یونیورسٹی

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:

Faiz Ahmed Faiz stands as one of the most revered and celebrated poets of the twentieth century, second only to Allama Iqbal in prominence. A considerable body of work has emerged on his poetry, critical essays, memoirs, letters, and translations into various languages. Alongside these, a notable trend in writing his biographies has also developed. The earliest significant contribution in this regard is that of Ayub Mirza. His book *Hum Ke Thehre Ajnabi*, published in 1977 during Faiz Sahib's lifetime, adopts the memoir as its primary narrative form. Later, his subsequent work *Faiz Nama* came to light, where the elements of memoir and fictional narration are more pronounced, though it also contains the foundational structure of a biography. In the same year, Ashfaq Hussain's *Faiz Ahmed Faiz: Shakhsiyat aur Fan*, originally his M.A. thesis, was published. This work was reissued in 2006 with additions and revisions and is notable for its elegance and concise arrangement. In 2002, Ludmila Vasileva authored a book in Russian on Faiz's life and literary contributions, aimed at Russian students; this was translated into Urdu in 2007 under the title *Parwarish-e-Lauh-o-Qalam: Faiz Ahmed Faiz ki Hayat aur Takhleeqat*. This biography stands out for its incorporation of new insights and sources from Russian archives. In 2014, Syed Mazhar Jamil produced a comprehensive and voluminous biography titled

Zikr-e-Faiz, remarkable for its systematic, well-researched, and fluent narrative. More recently, in 2022, Faiz's grandson, Dr. Ali Madeeh Hashmi, authored a biography in English, which was later translated into Urdu by Nayer Rabab under the title *Baab-e-Saltanat-o-Wafa: Faiz Ahmed Faiz*. The distinctive merit of this biography lies in the biographer's intimate proximity to the subject, which lends a unique authenticity and personal depth to the narrative, unmatched by previous works. In the following article, a critical examination of Faiz’s life and personality will be undertaken through the lens of these major biographical works.

Keywords:
Persian, Arabic, mysticism, Sufi poet, Dagh Delhavi, Quran, Lyrics, Golra Sharif, poetic taste, patron saint, musical art

فیض پر لکھی جانے والی پہلی کتاب ایوب مرزا کی "ہم کہ ٹھہرے اجنبی" ہے جو ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب سوانحی نوعیت کی ہونے کے باوجود مکمل طور پر رسمی سوانح عمری نہیں بلکہ شخصییادداشوں پر مبنی تاثراتی نثر ہے، جس میں ذاتی مشاہدات، ملاقاتیں، اور فکری گفتگوؤں کو نہایت خوبصورتی سے قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ سوانحی واقعات سے زیادہ مختلف سوالات اور موضوعات پر فیض کے تبصرے ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی، معمولات، مزاج، سادگی، لطافتِ طبع، اور روزمرہ کے رویے کو بے تکلف انداز میں پیش کیا ہے۔۔ ایوب مرزا اور فیض احمد فیض کے درمیان قریبی تعلق تھا، جس کی جھلک کتاب کے ہر صفحے پر دکھائی دیتی ہے۔ ذاتی مشاہدات، گفتگوئیں اور ملاقاتیں اس کتاب کا حصہ ہیں۔ کتاب کا ایک اہم حصہ ۱۹۷۴ میں ایوب مرزا کے دورۂ ڈھاکہ سے متعلق ہے، جہاں وہ سرکاری وفد کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں ان کی فیض صاحب سے طویل ملاقاتیں ہوئیں، جن میں فیض کی جلاوطنی، تنہائی، اور مشرقی پاکستان کی صورتحال پر ان کے خیالات شامل ہیں۔ یہ حصہ تاریخی اور جذباتی دونوں پہلو رکھتا ہے۔ اس کتاب کے دیباچے (پس پردہ) میں یادداشتیں رقم کرنے کے لیے منو بھائی کے اکسانے اور صادقین کے اسے نیک کا کہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ یادداشتیں مختلف موضوعات اور اوقات کی گفتگوئیں اور سوال و جواب ہیں جنھیں واقعات کے انداز میں پرونے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان گفتگوؤں میں ایسے بہت سے سوالات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں جو فیض پہ بہت سے اعتراضات کی شکل میں موجود تھے۔ مثال کے طور پہ کہ فیض صاحب نے انگریز کی نوکری کیوں کی؟ یا وہ بیک وقت ایم بی ای خطاب یافتہ اور لینن امن انعام یافتہ کیوں ہوئے؟ وغیرہ۔ ایک ایسے اعتراض پر فیض کا جواب ملاحظہ کیجیے:

> "فیض صاحب آپ نے جنگ کے دور میں کچھ کہا؟ مجھے تو آپ کی شاعری میں فاشزم کے خلاف
> اس زمانے کی کوئی نظم یا غزل نہیں ملتی۔ فیض صاحب کہنے لگے بھئی یہ بات درست ہے ہم نے اس

زمانے میں بہت کم لکھا۔ لیکن پھر بھی لکھا ہے۔ "تیرگی ہے کہ امڈتی ہی چلی آتی ہے۔ "۔ "پھر نور سحر دست و گریباں ہے سحر سے" اور "میرے ہمدم میرے دوست" اسی دور کا کلام ہے۔ اور ہاں بھئی "سیاسی لیڈر کے نام" جو نظم ہے وہ ہم نے گاندھی کے لیے لکھی تھی۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب آپ عملی جنگ میں بذات خود شریک ہوں تو پھر شعر کم وارد ہوتے ہیں۔[۱]

فیض کی شخصی خوبیوں اور سیرت کشی کے لیے بھی مختلف واقعات بیان ہوئے ہیں۔ فیض کی انسان دوستی اور کارسازی اس حوالے سے زیادہ اہم ہے۔ مختلف شخصیات کے بارے فیض سے سوالات کر کے ان کے بارے موقف بھی پیش کیا ہے۔ پطرس بخاری ،چراغ حسن حسرت ۔ مثال کے طور چراغ حسن حسرت، جن کے بارے فیض نے کہا کہ انھوں آدھی زندگی ترنگ میں باقی جنگ میں۔ وطن سے محبت کے بارے بھی بہت سی گفتگو سامنے آئی ہے خاص طور پر جب ناظم حکمت کی ترکی سے دوری اور وطن سے والہانہ عشق کو نمایاں کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فیض کی ماسکو سے محبت کے واقعات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ ان سے دنیا میں کس ملک کی عورتیں خوب صورت ہیں تو ان کا جواب تھا کشمیری عورت۔ ان کے حسن میں کھلتے گلاب، سادگی اور مہربانی کا عنصر زیادہ ہے۔

اس میں ایک تاثر یہ بھی ابھرتا ہے کہ فیض کوئی نظریاتی کارکن نہیں تھے۔ ان کی مے نوشی کا بھی تذکرہ شامل ہے۔ اس سوانح میں ایوب مرزا کا اپنا نقطہ نظر، تشبیہات کا استعمال، دیگر ادیبوں یا واقعات کا تقابل اور اسلوب کی چاشنی بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کے آخر میں اس سوانح کے بارے مختلف ادبا کی آرا بھی پیش کی گئی ہیں۔ ان ناقدین اور ادبا میں احمد ندیم قاسمی، امجد اسلام امجد، انتظار حسین، مظہر الاسلام، منو بھائی، سید ضمیر جعفری اور رشید امجد کے نام نمایاں ہیں۔

ایوب مرزا کی فیض کی یادداشتوں پر لکھی جانے والی دوسری کتاب "فیض نامہ" ہے۔ یہ کتاب بھی فیض احمد فیض کی ابتدائی اور منفرد سوانحی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں سوانح اور یادوں کو گفتگوؤں کے ساتھ ساتھ بیانیہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں زندگی کے ابتدائی واقعات کو ایک تاریخی وزمانی ترتیب میں بیان کیا گیا ہے۔ "ہم کہ ٹھہرے اجنبی" کے مواد کو "فیض نامہ" میں بھی سمویا گیا ہے۔ ابواب کے عنوانات کا تعین بھی کیا ہے۔ اس کتاب کو ترتیب دینے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"معاشرے کو سمجھنا ہی کافی نہیں ہے۔ اسے بدلنا اور اعلیٰ و ارفع منازل تک لے جانے کی سعی مسلسل ہر ادیب اور شاعر کا اولین فریضہ ہے۔ مراقبہ، گیان، دھیان، ارتکاز توجہ اور تصوف کے لامتناہی سلسلوں یا من کی گپھاؤں میں لرزاں اور ہراساں زندگی کو فراریت کا نام نہیں دیتے۔ اس زندگی کی نوک پلک سنوارنے کو زندگی کرنا کہتے ہیں۔ فیض عمر بھر 'زندگی کرتے رہے ہیں۔[۲]

اس سوانح کی ابتدا میں توقیت نامہ سے کی گئی ہے۔ اس میں فیض کے اسلاف کا تذکرہ پہلی بار سامنے آیا ہے۔ اگرچہ یہ کتاب فیض کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یکساں طور پر بیان نہیں کرتی بلکہ چند اہم اور بامعنی واقعات کو موضوع بناتی ہے۔ ان واقعات کے ذریعے فیض کی فکری وابستگی، سیاسی جدوجہد، اور ادبی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ فیض کے عشق کے بارے تذکرہ پہلی بار سامنے آتا ہے۔ فیض کے

مختلف افکار و خیالات کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔کلچر، قوم، تصور شعر، شاعری میں تجربات اور روایت کا تصور، نئی شاعری، گیت، موسیقی، گانا، فلسفہ حیات، فیض کے سوشلسٹ نظریات، ادب میں تشکیک اور اقدار، ادیب کی ذمہ داریاں، میں کس طرح لکھتا ہوں؟ایسے خیالات پہ ان کا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔فیض کے مذہبی میلان اور قوالوں کو داد دینے کو بھی پیش کیا ہے۔کچھ شخصیات سے ان کے ربط و تعلق کو بھی موضوع بنایا ہے۔مثال کے طور پہ سارتر، مشتاق احمد گورمانی، شیر محمد حمید، استاد دامن، حسن ناصر اہم ہیں۔کچھ جنگوں بارے ان کے تاثرات بھی نمایاں ہوتے ہیں، ان میں پاک بھارت جنگ ، ویت نام کی جنگ آزادی اور افغانستان جنگ کا احوال شامل ہے۔سقوط مشرقی پاکستان فیض کی پنجابی شاعری، فلم سازی، ادار یے اور تنقید نگاری پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ماسکو، لندن، بیروت میں گزرے وقت کی یادوں کو بھی سمیٹا ہے۔اس سوانح میں کچھ باتوں کی ترتیب درست نہیں ہے۔مثال کے طور پہ مختلف احباب کے فیض بارے خیالات کو بھی شامل کیا ہے ان احباب میں رابعہ فخری، سجاد حیدر، سجاد ظہیر، میجر اسحاق اور پروفیسر محمد حسن اہم ہیں۔ان خیالات کو کتاب کے سب سے آخر میں دیا جاسکتا تھا۔

اس کتاب کی اہم بات آٹھ انگریزی ضمیمہ جات ہیں۔ ان میں پالی اور بدھسٹ سٹڈیز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹیکسلا کے قیام کے منصوبے کے حوالے سے فیض کا ورکنگ پیپر، یونیسکو انٹر گورنمنٹل کانفرنس برائے ایشیائی کلچرل پالیسی کا خطاب اور فیض کا غیر مطبوعہ انٹرویو جو محمد حسن نے لیا، کو شامل کیا گیا ہے۔

فیض نامہ کی سب سے اہم خوبی اس کا اسلوب ہے جو یاد نگاری اور افسانوی انداز کے حسین امتزاج پر مبنی ہے۔ایوب مرزا نے واقعات کو تاریخی تسلسل کی بجائے جذباتی رنگ اور مکالماتی انداز میں پیش کیا ہے۔انھوں نے روایتی سوانح عمریوں کی طرح خطی انداز اور واقعات کے تاریخی تسلسل کے انداز میں مرتب نہیں کیا بلکہ جذباتی رنگ اور مکالماتی انداز کو اپنایا ہے۔

"عمر گزشتہ کی کتاب" مرزا ظفر الحسن کی ذاتی یادداشتوں، مشاہدات اور تاثرات کا حسین امتزاج ہے۔اس کتاب کا ذیلی عنوان "فیض احمد فیض اور مخدوم محی الدین کی زندگی اور تخلیقات کا تذکرہ" ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔یہ کتاب ۱۹۷۸ء میں سامنے آئی۔ یہ دراصل فیض اور مخدوم محی الدین کی مشترک سوانح ہے اور ایلس فیض کے اصرار پر مرتب کی گئی۔یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔پہلا باب "گاؤں سے شہر تک" کے عنوان سے ہے۔اس باب میں دونوں شخصیات کے بچپن، آباؤاجداد، گھر کا ماحول، تعلیم، شعر گوئی کا آغاز، اساتذہ کرام، شادی اور بچے، ایلس فیض کا تعارف، ملازمتیں، ترقی پسند تحریک سے وابستگی، انٹرویوز، فیض پر لکھے جانے والے مقالات کے تعارف، کی تفصیل مخدوم اور فیض دونوں کے متوازی انداز میں بیان کی گئی ہے۔فیض کے ایام اسیری کا ذکر موجود نہیں ہے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ اس حوالے سے دستاویزات نہیں مل سکے اور اس دور کے اخبارات بھی حاصل نہیں ہو سکے۔فیض کے شخصی اوصاف کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

"فیض لڑکپن میں بھی سیدھے سادے، خاموش مزاج، حلیم الطبع، کم گو اور کم آمیز تھے۔ جوانی میں بھی رہے اور اب بھی ہیں جب کہ پینسٹھ برس کے ہو چکے ہیں۔ کچھ تو قدرت کا عطیہ ہے۔ اور کچھ گھر کے ماحول نے انھیں ایسا بنایا۔ بھائیوں میں اکثریت باغیوں کی تھی مگر قدرت نے فیض کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے روک دیا۔"[۳]

دوسرا باب "تخلیقات" کے عنوان سے ہے۔ اس میں نثری مضامین، ڈرامے اور شعری مجموعوں کا تعارف دیا گیا ہے۔ اس میں بیاسی صفحات پر مشتمل فیض کے سفر نامہ کیوبا کو بھی موضوع بنایا ہے۔ اس وقت تک فیض کی کچھ غیر مطبوعہ تحریروں کی بھی نشان دہی اور تجزیہ کیا ہے۔ فیض کے پانچ مطبوعہ ڈراموں (دی احباب، شکست، ہوتا ہے شب وروز، سانپ کی چھتری، پرائیویٹ سیکرٹری) کے علاوہ دو ڈراموں (توہین عدالت، ایک پنجابی ڈرامہ) کا تعارف بھی دیا ہے۔ فیض کے شعری مجموعوں کے انتساب، مقدمے، دیباچے، ابتدائیے کو پیش یا ہے۔ اس باب میں فیض کے مختلف کتب پر لکھے گئے۔ فیض کی بلا لائسنس ریڈیو رکھنے کے الزام مجسٹریٹ کے سامنے پیشی اور مجسٹریٹ کی خواہش پر نظم سنانے کا واقعہ بھی رقم کیا ہے۔ مقدمات کو بھی موضوع بنایا ہے۔ تیسے باب میں فیض پر لکھے جانے والے مضامین کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ فیض کی شاعری پر کیے جانے والے اعتراضات کی بھی تفصیل یک جا کر دی ہے۔ چوتھے باب میں فیض کے بارے مختلف احباب کی آرا کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کتاب میں عبادت بریلوی، رالف رسل، فاروق خالد، مختار زمن اور انتظار حسین کے فیض کے لیے گئے انٹرویوز کی اہم باتوں کو بھی شامل کیا ہے۔ اس میں جن ماخذات کو بروئے کار لایا گیا ہے، ان میں ذاتی یادداشتیں، انٹرویوز اور خطوط کی شامل ہیں۔ فیض کی تخلیقات کا مکمل تعارف دیا گیا ہے۔ ان کے ڈراموں کے بارے پہلی بار معلومات سامنے آئی ہیں۔ کتاب میں مرزا ظفر الحسن نے مختلف ادبی محافل، مشاعروں اور ادبی نشستوں کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ آخری حصہ شخصیات، کتب، مقامات، اداروں اور تحریکوں کے اشاریہ پر مبنی ہے۔ جسے ابو سلمان شاہ جہاں پوری نے مرتب کیا ہے۔

اشفاق حسین نے ۱۹۷۴ء میں جامعہ کراچی سے ایم اے کی سطح کا ایک مقالہ لکھا۔ ۱۹۷۷ء میں یہ مقالہ فیض-ایک جائزہ کے عنوان سے ادارہ یادگار غالب کراچی سے شائع ہوا۔ ۲۰۰۶ء میں یہ کتاب "فیض احمد فیض: شخصیت اور فن" کے عنوان سے مکمل اضافوں کے ساتھ شائع ہوئی۔ یہ فیض کی پہلی باقاعدہ مگر مختصر اور جامع سوانح کہی جا سکتی ہے۔ یہ مبسوط و مربوط کتاب ہے۔ ۲۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ فیض کی زندگی کی پیش کش ۸ ابواب میں ادوار بنا کر کی گئی ہے۔ ان ادوار کے عنوانات ان کی زندگی کے واقعات کے پیش نظر اور زمانی اعتبار سے رکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ عنوان دیکھیں: سیالکوٹ سے گورنمنٹ کالج تک، امرتسر سے دہلی تک-کتاب میں فیض کی شاعری کے موضوعات، اسلوب، اور فنی خصوصیات پر گہرائی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ فیض کی زندگی کا بیان غالب ہے۔ شخصی تاثر نہیں ہے۔ فیض کی لندن اور کینیڈا کے حوالے سے جو مصروفیات تھیں ان کا ذکر اس سے پہلے نہیں ملتا۔ یہ پہلی سوانح ہے جو غیر جانبدارانہ اور تجزیاتی رنگ میں لکھی گئی ہے۔ راولپنڈی سازش کیس کے حوالے ان کا تجزیہ دیکھیے:

> "یہ عجیب فوجی بغاوت تھی کہ اس کا علم خود فوج کے کمانڈر انچیف کو بھی نہیں تھا۔بقول جنرل ایوب خاں مجھے تو اس سازش کا علم لیاقت علی خاں سے ہوا۔یعنی اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا والی بات صادق آتی ہے۔۔۔راولپنڈی سازش کیس کے تمام ملزمان نے کسی بھی قسم کے جرم کا اعتراف نہیں کیا۔لیکن اس کے پس منظر میں عالمی طاقتوں کے کھیل کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔۔۔پاکستان میں رونما ہونے والے بعد کے سیاسی حالات و واقعات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔کیوں کہ اس کے بعد ہی حکومتی اداروں میں مسلح افواج کے سربراہ کا کردار آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔"[۴]

کہیں کہیں شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ بھی نمایاں نظر آتا ہے۔اختتام پر شخصیات کا اشاریہ دیا گیا ہے۔

پرورشِ لوح و قلم: فیض احمد فیض—حیات اور تخلیقات" اہم اور مستند سوانحی تصنیف ہے۔"لدمیلا ویسلیوا کی کتاب ۲۰۰۲ء میں لدمیلا نے یہ کتاب روسی طالب علموں کے لیے لکھی تھی جس کا اردو ترجمہ ۲۰۰۷ء میں اسامہ فاروقی نے کیا۔ یہ ضخیم اور مبسوط سوانح عمری ہے۔اس میں بہت سے واقعات پہلی بار سامنے آئے ہیں۔کتاب فیض احمد فیض کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو شامل کرتی ہے، جن میں ان کی ابتدائی زندگی، تعلیمی پس منظر، ادبی سفر، اور ذاتی تجربات شامل ہیں۔فیض کے والد کی زندگی کے حالات بھی ہیں۔اس میں فیض کا حلیہ، شخصی خوبیاں اور عادات کا بیان بھی عمدہ ہے۔اہم بات ان خوبیوں کے محرکات اور شخصیت کی تکمیل کے عناصر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

ان کا شرمیلا پن، حلیم الطبع ہونا، ذہانت، حیرت انگیز حافظے، دھیمی آواز، موسیقی سے دلچسپی، مستقل مزاجی، حوصلہ مندی، زندہ دلی، خود اعتمادی، سگریٹ نوشی، باغبانی کا شوق، جیل میں لکھنے کا سامان، دانت درد ایسے حالات و واقعات بھی پیش کیے گئے ہیں۔فیض کے شرمیلے پن کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔ان کے شرمیلے پن اور دہشت زدگی کا بیان سوانح میں اکثر مقامات پر ملتا ہے۔فیض اور ایلس کے حلیہ کے ساتھ ساتھ دونوں کے مزاج کے فرق کو بھی نمایاں کیا ہے۔فیض کی شادی کے شرکاء میں جوش اور مجاز کا بھی ذکر کیا ہے۔روس سے متعلق مصروفیات اور مقبولیت کا ذکر بھی ہے۔ایفروایشائی ادیبوں کی کانفرنس اور رسالہ لوٹس کے بارے میں معلومات بھی اہم ہیں۔کتاب میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ فیض احمد فیض کی شاعری روس میں کس طرح مقبول ہوئی اور وہاں کے ادبی حلقوں میں ان کی پذیرائی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس کتاب میں تحقیقی انداز – تاریخ پیدائش پر تحقیق اور جرح و بحث کی گئی ہے۔فیض کے پہلے شعری مجموعہ "نقش فریادی" کی ۱۹۵۲ء کی بعد کی اشاعتوں میں ن م راشد کے دیباچہ کو حذف کرنے کے اسباب کے لیے نامعلوم اسباب لکھ دیا ہے، مزید وضاحت کی البتہ مرزا ظفر الحسن کا بیان کردہ ایک سبب کہ ضخامت کی وجہ سے شامل نہیں کیا جاتا رہا۔انھوں نے راشد کے فیض کی شاعری پر اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔

پہلے باب کا اسلوب بیانیہ اور افسانوی انداز بیاں کا حامل ہے جہاں وہ تبصرے اور تجزیے کے ساتھ ہندوستانی سماج، تہذیب اور تاریخ کو بھی بیان کرتی ہیں۔ زندگی کے احوال کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ابواب بھی ترتیب سے بنائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پہ لڑکپن، جوانی۔ ہر باب کا آغاز کسی شعر سے کرتی ہیں۔ اس سوانح میں تحقیقی انداز بھی ملتا ہے۔ داخلی اور خارجی شواہد سے بھی کام لیتی ہیں۔ فیض کی تاریخ پیدائش پر بھی تحقیق کی ہے۔ اور تاریخ کے اختلاف پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فیض کے اپنے خیالات کا حوالہ ماہنامہ افکار سے دیا ہے۔ فیض کے والد سلطان محمد کے بارے پہلی بار تفصیل سامنے آءی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہیملٹن کے لکھے گئے انگریزی ناول کو بھی ماخذ بنایا ہے۔ بعض بیانات کی تصحیح بھی کرتی ہیں۔ فیض کے پہلے عشق کو واضح نہیں کر سکیں صرف اشارے ہی کیے ہیں۔ اس حوالے سے ان کی تین نظموں "تین منظر"، "ایک رہ گزر پر" اور "رخصت" پیش کی ہیں۔ ان نظموں سے فیض کی عشقیہ کیفیات کو اخذ کیا ہے۔ فیض کی ترقی پسند تحریک سے اختلاف کے حوالے سے رائض غلط تصورات پر یوں وضاحت کرتی ہیں۔

> "حال ہی میں شائع ہونے والی کتابوں میں اکثر یہ ذکر ملتا ہے کہ فیض تحریک سے بہت جلد علیحدہ ہو گئے اور یہ کہ اس میں ان کی راست شرکت محض چند سال تک محدود رہی، لیکن یہ روایت کم از کم اس لیے صحیح نہیں ہے کہ پاکستان کی تشکیل کے بعد (یعنی انجمن ترقی پسند مصنفین ہندوستان کے قیام کے دس سال بعد بھی) فیض انجمن کی، جو ان کے علاقے میں انجمن ترقی پسند مصنفین پاکستان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی، تنظیم نو کے کام میں شریک تھے نیز پاکستان ٹائمز اور امروز کے صفحات پر اپنے مضامین کے ذریعے ملاوں کے شدید حملوں کے خلاف سرگرمی سے انجمن کا دفاع کرتے رہے تھے۔"[۵]

زندگی کی ترتیب اور شعری ارتقا تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اشعار کی شرح بہت زیادہ ہے۔ شاعری پر تبصرے بھی کیے گئے ہیں شاعری اور خطوط کی خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ فیض اور غالب کے شعری اشتراکات اور امتیازات کو بھی واضح کیا ہے۔ فیض کی اقبال سے متعلق یادیں بھی پہلی بار تفصیل کے ساتھ اس سوانح میں بیان ہوئی ہیں۔ فیض پر اقبال کے اثرات اور فیض کی اقبال پر لکھی گئی نظم اور نوحے کو بھی پیش کیا ہے۔ حتی کہ جب انجمن کے اجلاس میں احمد ندیم قاسمی نے اقبال کے خلاف مقالہ پڑھا تو فیض نے اسے انتہا پسندی قرار دیا اور انجمن کے اجلاسوں میں شرکت سے دور ہو گئے۔ لدمیلا فیض کے بارے میں یہ بھی لکھتی ہیں وہ احتجاج کے راست اظہار سے عموماً دور رہے ہیں۔ انھوں نے سابقہ سوانح نگاروں کی باتوں سے دلائل کے ساتھ اختلاف بھی کیا ہے۔ فیض کی کتاب 'مہ و سال آشنائی' سے دلائل لا کر ایوب مرزا کی کتاب میں بیان کردہ واقعات سے اختلاف کیا ہے۔ فیض کی نظموں پر علی سردار جعفری کے اعتراضات کا ذکر بھی کیا ہے۔ فیض کے قاسمی سے اختلافات، ذاتی کتب خانے اور نکاح نامے کی تفصیل بھی دی ہے۔ پنڈی سازش کیس کے حوالے سے وہ فیض سے بھی اختلاف کرتی نظر آتی ہیں۔ فیض کے نزدیک حکومت فوجی افسروں سے خفا تھی۔ جب کہ لدمیلا کے نزدیک ایسا نہیں ہے

بلکہ کمیونسٹ پارٹی اور باءیں بازو کے لیڈرز کو بھی حکومت کم خطرناک نہیں سمجھ رہی تھی، اس کے لیے وہ خارجی شہادت یہ پیش کرتی ہیں کہ باءیں بازو کے نماءندہ اخبارات کے کارکنوں کی گرفتاری اس بات کا ثبوت ہے۔ ایک جگہ فیض کے بیٹانہ ہونے پر خوش نہ ہونے کی بھی بات کی ہے لیکن مصنفہ نے اپنے اس خیال کے لیے کوئی ٹھوس دلیل اور حوالہ پیش نہیں کیا۔ فیض کے ایک فلم لکھنے اور انعام پانے کا بھی تذکرہ شامل کتاب ہے۔ فیض کے بعض خطوط کو نثری نظموں کا نمونہ قرار دیتی ہیں۔ فیض کی نظموں پر خود فیض کے خیالات پیش کیے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ایلس کے نام فیض کے خطوط سے مدد لی ہے۔ فیض کی نظم 'شورش زنجیر بسم اللہ' پر ملاوں کے اعتراضات کا جائزہ لیا ہے۔ فیض کی انگریزی نظم The Unicorn and the dancing girl کا متن بھی دیا ہے۔

سید مظہر جمیل نے ذکر فیض ۲۰۱۳ء میں افتخار عارف اور انوار احمد کی مشاورت سے مرتب کی۔ ۱۰۸۲ صفحات ۳۳ ابواب، پر مشتمل ضخیم، اول تا آخر فیض کے حوالے سے مکمل دستاویز ہے۔

ان کی شخصیت کے سارے رنگ اس میں موجود ہیں۔ ایک طالب علم اور محقق دونوں کی دلچسپی کا سامان موجود ہے۔

سلیمہ ہاشمی، منیزہ ہاشمی، علی مدیح ہاشمی کے مضامین موجود ہیں۔ جامع اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔ انگریزی اور اردو کی ۱۵۶ کتب اور ۴۳ جرائد سے مدد لی ہے۔ جو خطوط ایلس نے فیض کو لکھے ان سے بھی مدد لی۔ بہت سے مغالطوں کو حقیقت کی روشنی میں پرکھا۔ غیر ذمہ دارانہ افواہوں کی سختی سے تردید کی ہے۔ فیض کی تخلیقات کے سوانحی پہلوؤں کو اہمیت دی۔ نظموں کے پس منظر پر بھی مدلل روشنی ڈالی ہے۔ کچھ نظموں کے اشاعتی اختلافات پر بھ ءروشنی ڈالی ہے۔ مثال کے طور پہ فیض کے شعری مجموعہ "سر وادی سینا" کی نظم کے حوالے تحقیقی انداز دیکھیے۔

> "فیض نے اپنی نظم "سر وادی سینا" ٹوبہ ٹیک سنگھ کی کسان کانفرنس میں سناءی تھی۔ جس پر رجعتی پریس نے بہت شور مچایا تھا۔ فیض نے اپنے مجموعہ "سر وادی سینا" مرتب کرتے ہوءے یہ پوری نظم اس میں شامل کی تھی۔ اس موقعے پر مکتبہ کارواں لاہور کے مالک چودھری عبد الحمید نے فیض کو راءے دی کہ یہ ٹکڑا نظم سے نکال دیا جاءے۔ فیض نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اپنا مجموعہ کلام مکتبہ دانیال کراچی کو اشاعت کے لیے دے دیا۔۔ لیکن جب فیض نے کلیات "نسخہ ہاءے وفا" چھپوانے کا ارادہ کیا تو چودھری عبد الحمید (مکتبہ کارواں) نے کلیات چھاپنے کی حامی بھر لی۔ جب یہ کلیات مارکیٹ میں آءی تو اس میں مذکورہ نظم کے محوالہ بالا دس مصرعے پھر شامل نہ تھے۔ اس مکمل نظم کے کل چھتیس مصرعے ہیں جن میں سے سترہ مصرعے 'سر وادی سینا' کے عنوان سے نسخہ ہاءے وفا کے صفحہ ۴۲۱ پر اور نو مصرعے "نداءے غیب" کے عنوان سے صفحہ ۶۷۹ پر الگ الگ شاءع ہوءے جب کہ محولہ بالا دس مصرعے 'نسخ ہاءے وفا' میں شامل نہیں کیے گ ءے۔"[۶]

سید مظہر جمیل نے سوانح مرتب کرتے ہوءے دلچسپ واقعات اور خوش طبع معلومات کا انتخاب کیا ہے۔ فیض کے افغانی دوشیزہ(فیصل آباد کی رہائشی) سے پہلے عشق کو بھی موضوع بنایا۔ انٹر نیشنل یونیورسٹی آف ٹیکسلا کے منصوبہ،۱۹۶۸ء میں عوامی ادبی انجمن کا قیام اور منشور کا اجرا، گلبرگ میں ثقافتی مرکز کی بنیاد ڈالنے پر بھی تفصیل سامنے آءی ہے۔ عوامی ادبی انجمن کا منشور اردو، سندھی، پشتو، پنجابی، بلوچی اور بنگالی میں جاری کیا گیا تھا۔ فیض کی ذاتی زندگی، خاندانی پس منظر، ایام اسیری، لینن امن ایوارڈ، مختلف محکموں میں ٹریڈ یونین سرگرمیوں کی حمایت، فوج اور صحافت میں قدم جمانے، روس میں مقبولیت، تراجم، عملی جدوجہد، لوگوں کے منافقانہ رویے، آخری ایام اور کتابوں کا جائز، موسیقی اور فلم بنی، معروف نظموں کا ذکر وغیرہ شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں تمام ابواب کے حواشی ایک جگہ پر دیے گ ءے ہیں۔ شخصیات کا اشاریہ اور دس صفحات میں مختصر سوانحی کواءف الگ سے بھی درج کر دیے گ ءے ہیں۔

۲۰۱۲ء میں شاءع ہوءThe way it was once علی مدیح ہاشمی کی انگریزی کتاب میں- & 2016Love Revolutionsمزید توسیع کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ نئیر رباب نے کیا۔ اور اس کا عنوان "مہر و وفا کے باب" رکھا۔ یہ سوانح ۲۳ابواب پر مبنی ہے۔ کتاب کے 'حرف آغاز' میں سوانح لکھنے کا سبب یہ بتایا ہے کہ فیض کے بارے منتشر معلومات کو یک جا کر دیا جائے۔ مزید لکھنے کے طریقہ کو فیض کا ہی طریقہ ہے، جس کے مطابق ایک انسان اور اس کی زندگی اور کام کو اس کے عہد اور عہد کی تاریخ کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ کارل مارکس کی تاریخی مادیت کا تصور جسے ساری زندگی فیض نے بھی اپنایا۔ علی نے پیش لفظ میں اس کتاب کے اہم مرحلے کی بھی نشان دہی کی ہے کہ انھوں نے فیض کی زندگی جذباتی و احساساتی واقعات (نو عمری میں والد کی اچانک وفات، قید کے دوران بڑے بھائی کی وفات، گھریلو زندگی، سیاسی صعوبتیں) کے درد کو قریب سے پرکھا ہے۔ دوسری خوبی اس کتاب میں فیض کی زندگی اور شاعری کا نفسیاتی تجزیہ ہے۔ اس کتاب کا بنیادی ڈھانچہ لدمیلا کی کتاب جیسا ہے۔ مگر اس کتاب کا مواد خاصے کی چیز ہے۔

اختلاف بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پہ لدمیلا کے نزدیک فیض کے والد غریب گھرانے میں پیدا ہوئے اور پیسے بچانے کے لیے رات میں کیروسین لیمپ جلایا جاتا۔ علی کے نزدیک برطانوی راج کے ہندوستان میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ یا

لدمیلا کے نزدیک فیض کے والد کی افغانستان سے واپسی کی وجہ ان کی شاہ خرچیوں کی وجہ سے پیدا شدہ مالی مسائل تھے۔ ان کے نزدیک ان کی جو زندگی نظر آتی ہے یہ بات نامناسب لگتی ہے۔ جب کہ اس کی وجہ امیر عبدالرحمن کی وفات کے بعد حکومتی سطح پر تبدیلیاں آرہی تھیں۔

انھوں نے تحقیقی انداز بھی اپنایا ہے۔ دلائل کا نظام اتنا مضبوط ہے کہ ہر بات پہ اپنے ماخذ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ فیض کی اقبال پر پہلی نظم کی نشان دہی بھی ہے جو "راوی" میں شائع ہوئی اور ان کے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ ہیلے کالج آف کامرس میں تدریس کا ذکر بھی دیگر سوانح نگاروں کے ہاں مفقود ہے۔ نفسیات کی اصطلاحوں کا استعمال بھی بہ کثرت آیا ہے۔ مقامی ثقافت (کلچر)، رواج

کے ساتھ ساتھ عصری واقعات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔اس سوانح میں دیگر شخصیات پر بھی تبصرے ملتے ہیں۔ جس تعلیمی ادارے کا ذکر شروع ہوتا ہے پہلے اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ البتہ طویل اقتباسات کو بھی متن میں جگہ دی گئی ہے واقعات کی تکرار بھی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر خواجہ خورشید انور کا دو مختلف جگہوں پہ ذکر ہے لیکن دونوں جگہ ایک خیال اور واقعہ درج ہوا ہے۔ اسی طرح ترقی پسندوں میں اختلافات کی نوعیت کا ذکر بھی دو جگہوں پہ تکرار کے ساتھ ہوا ہے۔

علی نے واقعاتی شہادتوں کا طریقہ کار اپنایا ہے اور فیض کے خاندانی افراد کے انٹرویوز، ریکارڈنگز، تصاویر سے مدد لی ہے۔ تصاویر کی مدد سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ امرتسر کالج میں وہ کرکٹ ٹیم کے کوچ رہے۔ کتاب میں وفات کا ذکر پہلے باب میں کیا ہے اس کی توجیہ بھی دی ہے کہ ان کی یادداشتوں میں وہ مناظر محفوظ تھے۔ ہر باب کا آغاز، فیض، اقبال، ساحر لدھیانوی کے اشعار، قرآنی آیات اور بھگوت گیتا کے حوالوں سے کرتے ہیں۔ فیض کے عہد کی تاریخ، سیاست، تہذیب اور سماج کا مطالعہ بھی کیا ہے اور اپنا تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔

فیض کی اقبال سے محبت کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں۔

> "فیض ساری زندگی اقبال کی شاعری کے شیدائی رہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ فیض نے بے شمار مضامین اقبال کی شاعری کے بارے میں لکھے جن میں اقبال کی شاعری کے پنہاں گوشوں کو دانش وارانہ انداز میں ظاہر کیا گیا ہے۔ فیض اقبال کی شاعری کی گہرائی اور فلسفیانہ سوچ کو اور وہ دوررس تبدیلیاں جو ان کی شاعری کا خاصہ تھیں، بخوبی سمجھتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ فیض نے اقبال کے اتحاد اسلامی کے سیاسی فلسفہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اس کو مزید وسعت دی (یعنی عالم اسلام سے بڑھ کر اپنی شاعری میں تمام انسانیت سے مخاطب ہوئے) مگر اقبال کی شاعرانہ بنت اور کاریگری کو ہمیشہ سراہتے رہے۔[۷]

اس کتاب کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں کہ یہ کتاب ایک ہنگامہ خیز زندگی کی روداد ہے، ایک ایسی زندگی کی جو 'بھرپور جی' گئی۔ شخصی خصائص کے بیان میں نفسیاتی عوامل کی نشان دہی بھی کی ہے۔ فیض کے اس کلام کی بھی نشان دہی کی ہے جو گورنمنٹ کالج کے میگزین "راوی" میں شامل تھا اور شعری کلیات "نسخہ ہائے وفا" میں شامل نہیں۔ فیض کی اقبال پر لکھی گئی دو نظموں کو تحقیقی انداز میں سامنے لائے ہیں۔ سگریٹ نوشی کے آغاز اور اسباب بھی پیش کیے ہیں۔ فیض کے پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے مقالے کے خاکہ بہ عنوان 'جدید اردو شاعری-۱۸۵۷-۱۹۳۹' کی منظوری کے تمام مراحل کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ فیض کے نکاح کی شرائط (جو اقبال کے تاثیر کے نکاح کے لیے تیار کیے گئے نکاح نامہ کی نقل تھے) کا حوالہ تفصیل سے ملتا ہے۔ پاکستان ٹائمز کے اداریوں سے بھی مدد لی۔ نظم "صبح آزادی" پر اعتراضات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ نظم "سروادیٔ سینا" کے "نسخہ ہائے وفا" میں شامل نہ کیے جانے والے دس مصرعوں کے اسباب کی نشان دہی بھی کی ہے۔ آخری ابواب، فیض کی شخصیت کے تجزیے پر مبنی ہے۔ فیض کی تصوف سے دلچسپی کا بیان پہلے باب میں ملتا ہے۔

حوالہ جات

ا۔ایوب مرزا،ہم کہ ٹھہرے اجنبی(راولپنڈی:مارگلہ پرنٹرز،۱۹۷۹ء،دوسری اشاعت)ص۸۰

۲۔ایوب مرزا،فیض نامہ(پٹنہ:خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری،۲۰۰۲ء)ص ا

۳۔مرزاظفرالحسن،عمرگزشتہ کی کتاب(کراچی:ادارہ یادگارغالب،۱۹۷۸ء)ص۵۴

۴۔اشفاق حسین،فیض احمد فیض:شخصیت اور فن،(اسلام آباد:اکادمی ادبیات،۲۰۰۶ء)ص۸۲۔۸۳

۵۔لدمیلاویسلیوا،پرورش لوح وقلم(کراچی:اوکسفرڈیونیورسٹی پریس،۲۰۰۷ء)ص۷۷

۶۔سیدمظہر جمیل،ذکرفیض(کراچی:محکمہ ثقافت،سیاحت ونوادرات سندھ،۲۰۱۳ء)ص۸۴۳۔۸۴۴

۷۔علی مدیح ہاشمی،مہرووفاکے باب(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۲۴ء)ص۸۷